۴- اردو گیت

مصنفہ: ڈاکٹر بیگم بسم اللہ نیاز احمد
تبصرہ نگار: نجم الاسلام

اسی سال ۱۹۸۶ میں ” اردو گیت “ کے موضوع پر پروفیسر ڈاکٹر بیگم بسم اللہ نیاز احمد کا تحقیقی مقالہ کتابی صورت میں چھپ کر سامنے آیا ہے جسے مکتبہ نیادور کراچی نے شائع کیا ہے۔ موصوفہ کا ضخیم مقالہ بیس برس پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ یہ اس وقت بھی اپنے موضوع پر نقش اول کی حیثیت رکھتا تھا۔ آج بھی جب کہ ۷۸۴ صفحات کی ایک عمدہ کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اس کی فضیلت، اپنے موضوع پر، اسی طرح قائم ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنفہ کا یہ دعویٰ جو شروع کتاب ہی میں ہمارے سامنے آتا ہے غلط نہیں کہ ”تاریخ، تحقیق اور تنقید کی روشنی میں 'اردو گیت' پاکستان اور ہندوستان کے اردو ادب میں اپنی نوعیت کا نقش اول ہے۔“

کتاب کی یہی وہ فضیلت ہے جس نے موثر طور پر ڈاکٹر بیگم شائستہ اکرام اللہ اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے چنانچہ ان کے قلم سے تعارف اور پیش لفظ کے عنوانات سے دو تحریریں کتاب کے ابتدائی حصے میں شامل ہیں جو کتاب اور مصنفہ کی عمدہ طور پر تحسین کر رہی ہیں جیسا کہ دونوں کا حق ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر خاصی جامع اور ضخیم ہے۔ اس میں تیرہ ابواب ہیں۔ پہلا تمہید کے طور پر ہے۔ اس میں گیتوں کی ابتداء انکے ارتقاء، اردو کی مروجہ شاعری کے حوالے سے ان کے حدود کی شناخت

کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ دوسرے باب میں گیت کی تعریف اور اس کی خصوصیات سے بحث ہے۔ اس ذیل میں بہت سے مباحث آگئے ہیں چنانچہ وہ گیت کے تہذیبی و ثقافتی پہلو، اسکی ہمہ گیری اور آفاقیت و ابدیت، اسکی مقبولیت، اسکی عوامیت، داخلیت، ترنم، شیرینی یا یوں کہیے کہ موسیقیت کو زیربحث لاتی ہیں، اور گیتوں کی اقسام، زبان اور طرز ادا، موضوعات اور مقامی رنگ پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ اس باب میں انھوں نے گیتوں کی اس نشاۃ الثانیہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جو عظمت‌اللہ خان کے اثر سے اردو میں روبہ عمل آئی۔ تیسرے باب میں گیتوں کی ابتدا اور تاریخی پس منظر سے بحث کی گئی ہے اس میں قدیم زمانے سے لیکر امیر خسرو کے زمانے اور اس کے بعد ہندی شعراء کے گیتوں کا ذکر ہے اور صوفیہ کے گیتوں اور ان گیتوں کی زبان بھی زیر بحث آئی ہے۔ چوتھے باب میں مختلف مواقع کے گیتوں کا جدا جدا ذکر ہے۔ یہ باب کم و بیش سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور ان گیتوں کا عمدگی سے احاطہ کرتا ہے جن میں عورتوں کو ہمیشہ سے بیحد دلچسپی رہی ہے۔ زچہ گیریاں، لوریاں، رومانی گیت، گھریلو گیت، شادی بیاہ کے گیت، پنگھٹ اور میلے ٹھیلے کے گیت، جلاپے کے گیت، ساون کے گیت غرض کہ بڑی حد تک اور خوبی کے ساتھ اس قسم کے گیتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے جیسا کہ ایک خاتون ہونے کی حیثیت سے ان کا حق تھا۔ وہ غالباً اس خیال پر مضبوطی سے قائم ہیں یا اس نتیجے پر پہنچی ہیں (گو کہ یہ اب بھی ایک تحقیق طلب بات ہے) کہ آیا یہ سب گیت عورتوں کی تصنیف کردہ شاعری ہیں۔ کم سے کم کتاب کے آغاز میں ان کا "انتساب" یہی ظاہر کر رہا ہے۔ وہ اعلان و اظہار کرتی ہیں کہ "گیت عورتوں کی شاعری ہیں ... جو صدیوں سے

اردو میں گیت تصنیف کرتی آئی ھیں لیکن تشخص اور تخلص سے گریز پا رھیں۔" آخری نو ابواب میں اندر سبھا امانت سے لیکر آج کے دور میں جمیل الدین عالی کے قومی گیتوں تک، اردو گیتوں کا ایک سیر حاصل جائزہ پیش کیا گیا ھے جو کم و بیش پانچ سو صفحات پر پھیلا ھوا ھے اس میں غنائیے بھی شامل کر لیے گئے ھیں، لیکن اس جائزے میں صرف ایک ھی خاتون کے گیت کو جگہ مل سکی ھے۔ یہ صورت حال خود ایک سوال ھے کہ گیت نگاری جسے مصنفہ نے عورتوں کی شاعری قرار دیا ھے کیا واقعی کبھی عورتوں کی شاعری رھی ھے؟

کتاب کا آخری باب، تیرھواں باب قومی گیتوں کے دور جدید پر ھے اور اس میں پاکستان کے قومی گیت نگاروں میں بجا طور پر جمیل الدین عالی کو نمائندہ حیثیت دی گئی ھے چنانچہ اس طویل مطالعے میں جو ۵۴ صفحات پر پھیلا ھوا ھے صرف ایک گیت نگار، جمیل الدین عالی کا سیر حاصل مطالعہ پیش کیا گیا ھے۔ اور مطلق کسی اور قومی گیت نگار کا ذکر نہیں۔ یہ باب غالباً بیس برس قبل کے تحقیقی مقالے پر ایک تازہ اضافہ ھے اور عالی کے گیتوں کا ایک اچھا جائزہ پیش کرتا ھے۔

مقالے میں نظیر اکبرآبادی نے شاید اپنے حق سے زیادہ جگہ لے لی ھے۔ اور متعدد مقامات پر نظیر کا ذکر آتا ھے اور ایک دو جگہ تو خاصی تفصیل کے ساتھ، حالانکہ گیت نگاری تو اس کا میدان ھی نہیں۔

آخر میں کتابیات شامل ھے جس میں ۹۹ کتابوں کے علاوہ اخبارات و رسائل کی تفصیل بھی ھے اس سے موصوفہ کی محنت اور

جانفشانی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب میں اشاریہ بھی شامل ہوتا تو یہ اور مفید ہو جاتی۔

اس کتاب کی قیمت ایک سو روپے ہے اور ضخامت جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ۴۸۷ صفحات، اسے مکتبہ نیا دور کراچی نے شایع کیا ہے۔